کیا تھا۔ ان میں ازھر، عین شمس، اسیوط، قاہرہ، منیا، منصورہ یونی ورسٹیاں شامل ہیں۔ طلبہ دستور میں ترمیم واضافے کا مطالبہ اور حسنی مبارک کے بیٹے کو نیا صدر بنانے کی مخالفت کر رہے تھے۔ علاوہ ازیں طلبہ یونینوں پر عرصہ دراز سے عائد پابندی کے خلاف بھی سراپا احتجاج تھے۔ عالمی ذرائع ابلاغ کے مطابق ان میں سے ہر ایک مظاہرے میں ہزاروں طلبہ نے شرکت کی۔

اس ساری صورت حال کو دیکھتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ امریکا اخوان کی بے پناہ مقبولیت کو دیکھ کر اس خطے کے لیے کوئی خاص سازش تیار کرنا چاہتا ہے۔ اخوان مغرب کے لیے کبھی بھی قابلِ قبول نہیں رہے۔ اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتدال پسند، پُرامن اور جمہوری اقدار کے علَم بردار ہیں۔ امریکا کو وہ لوگ قبول ہیں جو اس کی پالیسیوں کو لے کر چلنے والے ہوں خواہ وہ موروثی بادشاہ ہوں، فوجی آمر ہوں یا نام نہاد سیکولر سیاست دان۔ عرب دنیا کے مسائل کا حقیقی حل منصفانہ جمہوریت ہے، مگر وہ کب اور کیسے آئے گی، یہ سوال اپنا جواب چاہتا ہے۔

عرب تجزیہ نگاروں کے مطابق اگرچہ جبر کی گرفت ڈھیلی پڑی ہے، تاہم ابھی منزل کافی دُور ہے۔ وہ مثال دیتے ہیں کہ آمریت اپنے پیچھے موروثی آمریت چھوڑ جاتی ہے تو مغرب اسے برداشت کر لیتا ہے، مثلاً شام کے حافظ الاسد کی جانشینی بشارالاسد کے حصے میں آئی۔ لیبیا کے معمر قذافی نے اپنے بعد اپنے بیٹے سیف الاسلام القذافی کو تیار کر لیا ہے اور مصر کے حسنی مبارک اپنے بیٹے کو جانشین بنانا چاہتے ہیں۔ شاہی حکومتوں کا معاملہ بھی کچھ مختلف نہیں۔ اُردن کے شاہ حسین کے ربع صدی سے زیادہ ولی عہد کے طور پر معروف بھائی شہزادہ حسن بن طلال بیک جنبش قلم اس منصب سے محروم کر دیے گئے اور مغرب نواز شہزادہ عبداللہ تخت پر براجمان ہو گئے۔ ان سب واقعات کے باوجود لوگوں کی نظریں مصر پر جمی ہوئی ہیں جہاں اخوان ایک مضبوط سیاسی قوت کی حیثیت سے موجود ہیں۔ تبدیلی کا آغاز شاید مصر سے ہو اور اللہ کی توفیق اور عوامی تائید سے کامیابی حاصل ہو۔

بیجنگ +۱۰ کانفرنس کے مضمرات

حافظ محمد عبداللہ

مغرب عالم گیریت کے عنوان سے اقوام متحدہ کو ذریعہ بنا کر اپنی تہذیبی اقدار کو پوری دنیا پر مسلط کرنے کے جس سوچے سمجھے منصوبے پر عمل پیرا ہے' اس کا ایک اظہار خواتین کے موضوع پر سلسلہ وار عالمی کانفرنسیں ہیں۔ بیجنگ میں چوتھی عالمی کانفرنس ۱۹۹۵ء میں ہوئی تھی۔ نیویارک کی حالیہ کانفرنس (۲۰۰۰ء میں بیجنگ + ۵ ہوئی تھی) کو بیجنگ + ۱۰ کا نام دیا گیا تا کہ سابقہ فیصلوں پر عمل درآمد کا جائزہ لے کر نئے اہداف مقرر کیے جاسکیں۔

۲۸ فروری تا ۱۱ مارچ ۲۰۰۵ء منعقد ہونے والی اس کانفرنس کے بارے میں کویت کے رسالے المجتمع (۲ اپریل ۲۰۰۵ء) سے کچھ اقتباسات پیش کیے جارہے ہیں:

ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کو اپنی مشکلات پیش کرنے کا باقاعدہ موقع دیا گیا۔ کانفرنس میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ ان ممالک کو سزا دی جائے جو ہم جنس پرستی کے ایجنڈے کے نفاذ میں روڑے اٹکائیں۔ عالمِ عرب اور عالمِ اسلام سے تعلق رکھنے والی مغرب زدہ خواتین نے کانفرنس میں مطالبہ کیا کہ مسلم ممالک کی حکومتوں کو مجبور کیا جائے کہ کانفرنس کے فیصلوں کو من وعن نافذ کریں۔

بیجنگ میں جو فیصلے ہوئے تھے ان کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ: ننھی معصوم بچیوں کو صغرسنی ہی سے جنسی تعلیم دی جائے۔ محفوظ شہوت رانی کی اجازت ہو' حمل یا اسقاطِ حمل کا اختیار انھی کو ہو' ولدالزنا کی پرورش و پرداخت کا فریضہ مملکت انجام دے' اور ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کو اس فعلِ بد کی کھلی چھوٹ دی جائے۔

عرب اور مسلم ممالک کے اکثر حکومتی نمایندوں نے کانفرنس کے فیصلوں پر چپ سادھے رکھی۔ اسلامی تنظیموں کا موقف سننے کے لیے ایجنڈے میں باقاعدہ وقت رکھا گیا تھا لیکن انھیں موقع نہیں دیا گیا' بلکہ ان کا وقت لاطینی امریکا کی ایک "تنظیم برائے خواتین" کو دے دیا گیا جن کا مطالبہ تھا کہ عورتوں کو ہر طرح کی اور مکمل آزادی دی جائے اور حکومتوں کو کانفرنس کے فیصلوں کا مکمل پابند بنایا جائے۔

کانفرنس کے کل ۱۰ اسیشن ہوئے جن میں سے اکثر کا موضوع جنس اور مسلمان عورتوں پر ڈھایا جانے والا نام نہاد ظلم و جور تھا۔

پہلا سیشن ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کی عالمی کمیٹی کے نام تھا۔ اس میں مطالبہ کیا گیا کہ انسان کے جنسی حقوق کو بنیادی انسانی حقوق تصور کیا جائے' اور دیگر بنیادی انسانی حقوق کی طرح ان کی لازماً پابندی کروائی جائے۔ دوسرے سیشن کا عنوان تھا: اسلامی معاشرے میں عورتوں پر سے ظلم و جور کیسے دُور کیا جاسکتا ہے؟ ویمن لرننگ پارٹنرشپ (ڈبلیو ایل پی) نامی تنظیم نے اس کا اہتمام کیا تھا۔ اجلاس کی کلیدی مقررہ ایک افغان اباحیت پسند خاتون' افغان ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی سربراہ سکینہ یعقوبی تھیں۔ اپنے خطاب میں انھوں نے زور دیا کہ مسلمان عورتوں کو قرآن مجید کی ازخود تفسیر کرنا سکھایا جائے تاکہ وہ جمہوریت اور عورتوں کے حقوق کے بنیادی اصولوں کو بخوبی جان سکیں۔

ایک اور سیشن کا عنوان تھا: 'عرب عورتیں بولتی ہیں'۔ اس کا انتظام ویمن کرائسیس سنٹر مصر کے سپرد تھا۔ اس میں جنسی مساوات کے اصولوں کی روشنی میں اسلام کے عائلی قوانین میں ترمیم و اضافے کا مطالبہ کیا گیا۔

اسلامی تنظیمات تبادل خیالات اور ایجنڈے کے مطابق مکمل تیاری کے ساتھ شریک تھیں لیکن اظہار راے کی آزادی کے علَم بردار دوسروں کا نقطۂ نظر سننے کے کہاں روادار ہوسکتے تھے۔

[پاکستان سے بھی حکومت نے مجلس عمل کی خواتین ممبران قومی اسمبلی کو وفد میں شامل نہیں کیا۔]

ان تنظیموں کی کوشش تھی کہ اپنی اپنی حکومتوں کے نمایندوں کو جنسی مساوات کے حوالے سے مفتی مصر کا فتویٰ فراہم کردیں اور انھیں اسلام کی تعلیمات سے کسی حد تک آگاہ کریں تاکہ وہ آگے بڑھ کر فیصلہ کن قراردادوں میں ترمیم و اضافہ کرواسکیں لیکن انھیں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ الجزائری

وفد کے سربراہ فرما رہے تھے کہ میں آپ کے تحفظات سے مکمل اتفاق رکھتا ہوں لیکن امریکی مؤقف سے انحراف کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ہمارے یہ نمایندے مسلمان معاشرے پر مذکورہ فیصلوں کے مضر اثرات کے ادراک سے ہی عاری تھے۔ مسلم ممالک کے تقریباً سبھی وفود کا یہی عالم تھا۔

اسلامی تنظیموں نے جب کانفرنس میں شنوائی ہوتے نہ دیکھی تو اپنا مؤقف ایک بیان کی صورت میں شرکاے مندوبین میں تقسیم کردیا۔ اس بیان میں کہا گیا کہ اقوام عالم دنیا میں موجود مختلف ادیان' ثقافتوں اور ان کے رسوم ورواج میں موجود تنوع کا احترام کریں۔ خواتین کی مشکلات جس طرح ہر معاشرے اور ہر ثقافت میں جدا جدا ہیں' اسی طرح ان مشکلات کا حل بھی ہر جگہ یکساں نہیں ہے۔ مرد و زن کی مساوات کا حصول ان کے حقوق و فرائض میں عدل وانصاف کے قیام سے ہی ممکن ہے۔ مطلق مساوات غیر فطری اور باہم نزاع اور جھگڑے کا سبب ہے۔

اس مشکل پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ مسئلے کو اس کے مکمل تناظر میں دیکھا جائے۔ صرف چند ضمنی مظاہر کے علاج پر توجہ دینے کے بجائے اصل جڑ اور بنیاد کو ختم کیا جائے۔ خواتین کی مشکلات کا علاج اسقاطِ حمل اور ہم جنس پرستی کی کھلی چھوٹ کو سمجھ لیا گیا ہے' حالانکہ ایڈز اور ناجائز حمل کا علاج عفت و پاک بازی کی ثقافت کو فروغ دینے' اور آزاد شہوت رانی کے بجائے نظامِ زوجیت کے فروغ سے ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خاندانی اقدار اور نظامِ معاشرت کے تحفظ کے لیے ٹھوس اقدام اٹھائے جائیں۔

کانفرنس کے فیصلوں پر عمل درآمد سے معاشروں پر جو اثرات مرتب ہوسکتے ہیں' ان کو اسلامی تنظیمات کے اتحاد کی انجینیرہ کاملیہ حلمی نے اس طرح بیان کیا:

۱- ممالک اور ان کی حکومتیں بیجنگ +۵ کی تجاویز کو من وعن نافذ کریں گی (گذشتہ کانفرنس کے اعتراضات اور حکومتوں کے تحفظات کا کوئی ذکر اس دفعہ نہیں کیا گیا)۔

۲- علامیے کی دفعہ ۴ میں کہا گیا ہے کہ اس علامیہ اور معاہدہ سیڈا میں باہم ربط پیدا کیا جائے گا۔ سیڈا میں زور دیا گیا تھا کہ خواتین کے خلاف ہر قسم کے امتیاز کو مکمل طور پر ختم کردیا جائے گا' یعنی اب اسی ایجنڈے کو مزید زور زبردستی کے ساتھ نافذ کیا جائے گا۔ قوموں اور ملکوں کے رسوم و رواج اور دینی عقائد خواہ کچھ ہوں' اس معاہدے میں شامل ملکوں پر اس کی تنفیذ لازمی ہے۔